پروفیسر ڈاکٹر زاہد منیر عامر*

قسطنطنیہ کی فصیل اور حضرت ابوایوب انصاری

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وہ استنبول کا ایک پنج ستارہ ہوٹل تھا۔ ہم ناشتے سے فارغ ہوئے تو راقم کے ترک شاگرد احمد کے فون سے اطلاع ملی کہ وہ نیچے لابی میں پہنچ چکے ہیں۔ یہاں یہ اہتمام عجیب لگا کہ ہوٹل میں ٹھیرے مہمانوں سے ملنے کے لیے آنے والوں کو ان کے کمروں میں آکر ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان سے ملنے کے لیے لابی ہی میں جانا ہوتا ہے۔ خیر یہ دستور تو عام ہے، لیکن اس پر اتنا عمل نہیں کیا جاتا، جتنا عمل ہم نے اس ہوٹل میں دیکھا۔ ہم تیار تو تھے ہی جلد لابی میں احمد کے پاس پہنچ گئے۔ احمد ایک خوش گوار شخصیت کا مالک نوجوان ہے، اس نے بڑی فراخ دلی سے ہمارا پروگرام پوچھا۔ ہم نے کہا: ہم تو حضرت ابوایوب انصاری، نیلی مسجد، توپ کاپی عجائب گھر، آیا صوفیہ، آبنائے باسفورس، مقام حضرت یوشع بن نون اور جانے کیا کیا کچھ دیکھنا چاہتے ہیں:

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میرا جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

یہاں سیر و سفر کی مناسبت سے 'اس کا' کی جگہ 'سب کا' بھی لگایا جاسکتا ہے، لیکن آپ یہ دیکھ لیں کہ آپ ہمیں کہاں کہاں لے جاسکتے ہیں اور فاصلوں کے اعتبار سے کیا ترتیب مناسب ہو گی اور آج کے دن میں کیا کیا دیکھا جاسکتا ہے؟ یہ سب کچھ دیکھ لیں اور پھر آپ جہاں لے جائیں گے، ہم وہاں جائیں گے۔ انھوں نے فیصلہ

---

*۔ صدر شعبۂ اردو، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔

کیا کہ سب سے پہلے ایوب سلطان جایا جائے۔ میں سمجھا یہ بھی کسی بادشاہ کا مزار یا مسجد ہو گی۔ چونکہ اپنے پروگرام کی زمام احمد کے ہاتھ میں دے چکے تھے، اس لیے ہم نے سر تسلیم خم کیا اور ایوب سلطان جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

منی بس کے ذریعے سے جب ہم ایوب سلطان کی طرف روانہ ہوئے تو بس میں ڈرائیور کے سامنے ایک بورڈ لگا ہوا دیکھا، جس پر لکھا تھا Indi Bindi میں نے احمد سے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا مطلب ہے: جلدی چڑھیں، جلدی اتریں۔ یہ 'انڈی بنڈی' مجھے پسند آیا۔ یوں لگا، جیسے میں راولپنڈی کی کسی منی بس میں سفر کر رہا ہوں۔ راستے میں آنے والے مقامات کے بارے میں احمد سے میرے سوالات سن کر ایک خاتون نے میری اجنبیت اور جذبۂ سیاحت کو بھانپ لیا اور میرے استفسار سے پہلے احمد سے کہنے لگی کہ انھیں SEHiTLIK، یعنی میدان شہدا کے بارے میں بتاؤ۔

احمد نے مجھے راستے میں آنے والے ایک میدان کی تاریخ بتائی کہ یہ میدان ترکی کی سلامتی کے لیے جانیں قربان کرنے والے شہدا کی یاد میں بنایا گیا ہے۔ میں نے اس خاتون کی خوش خلقی سے متاثر ہو کر پوچھا کہ کیا آپ ترک ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، میرا تعلق بلغاریہ سے ہے۔ اس نے مجھے بلغاریہ کے بجائے استنبول کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں، جہاں وہ ایک عرصے سے مقیم تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میری اجنبیت اور سیاحت میں دل چسپی کے حوالے سے وہ خاتون اور احمد چند ہی لمحوں میں ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے اور مجھے استنبول سے متعارف کروانے کے بارے میں خاصی گفتگو کرتے رہے۔ ان کے ہاں دوسروں کی دل چسپیوں میں دل چسپی کا عنصر نظر آ رہا تھا۔ یہ ایک عمدہ وصف ہے جو انسانی شخصیت کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ میرا کسی بلغارین خاتون سے پہلا تعارف تھا اور کیا اچھا تعارف تھا۔ یادگار شہدا سے گزر کر آگے بڑھے تو کچھ ہی دیر میں ہم ایوب سلطان کی خدمت میں تھے۔ لیجیے، ترکوں کے رواج عام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک درویش منش صحابی کو بھی سلطان بنا دیا تھا۔

یہاں حاضری دینا تو ہماری ایک بڑی خواہش تھی۔ یوں اچانک یہاں پہنچ جانے پر اور زیادہ خوشی ہوئی اور تصورات کے دیے جھلملانے لگے۔ سب سے پہلے نہایت دیدہ زیب عربی خط میں جو عبارت نظر آئی، وہ ایک حدیث کے الفاظ تھے، جن کا مفہوم ہے کہ دنیا میں یوں رہو، جیسے کوئی غریب الوطن یا راہ چلتا مسافر ہو۔ یوں تو سب ہی مسافر ہیں، لیکن اس وقت تو ہم بالکل ہی مسافر تھے۔ مجھے اس حالت سفر میں وہ مسافر یاد آئے جو مدینہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سے چل کر عقبہ کے مقام پر روشنی کی تلاش میں پہنچے تھے۔ یہ بیعت عقبہ کا منظر تھا جس میں مدینہ سے آنے والے قافلے میں مصعب بن عمیر تہتر حضرات کا ایک وفد لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ خالد بن زید بن کلیب بھی تھے، یہ جناب ابوایوب کا اصل نام تھا۔ خالد بن زید سے ہونے والی اس اولین ملاقات میں جو تعلق قائم ہوا، وہ یہاں تک بڑھا کہ جب اللہ کے نبی مدینہ میں داخل ہوئے تو قصویٰ انھی کے گھر کے سامنے رکی اور وہیں رسول اللہ کا سامان اتارا گیا اور رسول اللہ مسجد نبوی تعمیر ہو جانے تک ان کے گھر مقیم رہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارث بھی آپ کے ساتھ ٹھیرے تھے۔ جب مدینہ میں مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم کی گئی تو حضرت ابوایوب کو حضرت مصعب بن عمیر کا بھائی بنایا گیا۔ جی ہاں، شہید احد مصعب بن عمیر، مسلمانوں کی عسرت کے سبب جن کی لاش کو کفن بھی پورا نہ ملا؛ سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ننگے ہوتے تھے اور پاؤں ڈھانپے جانے کی صورت میں سر ننگا رہ جاتا تھا۔ چنانچہ سرکار رسالت مآب کی ہدایت پر سر ڈھانپ دیا گیا اور پیروں پر اذخر کے پتے ڈال دیے گئے۔ ظفر علی خان نے مضمون باندھا:

وہ وقت بھی ہے یاد عزیزانِ وطن کو
کپڑا بھی نہ ملتا تھا شہیدوں کے کفن کو
چادر سے جو ڈھانپا نہ گیا لاشۂ مصعب
اذخر سے چھپاتے گئے عریانی تن کو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جب بازنطینیوں کے خلاف غزوات کا زمانہ آیا تو حضرت ابوایوب ان کی جنگی مہمات میں بڑے جوش و خروش سے شریک ہوئے۔ انھوں نے ایشیا، افریقہ اور یورپ کی جنگی مہمات میں شرکت کی، حالاں کہ اس وقت ان کی عمر ستر سے متجاوز ہو چکی تھی۔ وہ مصر کی بحری لڑائی میں بھی شریک تھے اور پھر روم کے لشکر میں بھی شامل ہوئے۔ اسی سفر کے دوران اسہال کے حملے نے آپ کو بیمار کر دیا اور جب آپ کی خواہش پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ''جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ اٹھا کر اسے دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جاسکو لے جاؤ اور جب آگے بڑھنے کا امکان نہ رہے تو اسی جگہ مجھے دفن کر دو''۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی فصیل کے باہر آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ تدفین کے بعد ان کی قبر پر گھوڑے دوڑا دیے جائیں تاکہ اس کا نشان باقی نہ رہے اور اصحاب لشکر نے ایسا ہی کیا۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اگلے دن اہل روم

نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات تمھارے ساتھ کوئی خاص واقعہ پیش آیا تھا...؟ مسلمانوں نے بتایا کہ ان کے ایک ساتھی جو رسول اللہ کے اکابر اصحاب میں سے تھے، رخصت ہوگئے ہیں اور انھیں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ اگر تم نے ان کی قبر کھودنے کی کوشش کی تو سلطنت عرب میں تمھارا ناقوس نہیں بج سکے گا۔ یہ ۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ اہل روم نے ان کی قبر کو نقصان تو کیا پہنچانا تھا، ان کے دلوں میں جناب ابوایوب کی ایسی عظمت بیٹھی کہ بہ قول مجاہد جب وہاں قحط پڑتا تو وہ آپ کی قبر کو تلاش کر کے دعا گو ہوتے، یہاں تک کہ بارش ہو جایا کرتی۔ ہم قسطنطنیہ کی فصیل کے باہر کھڑے تھے، لیکن کیا باہر کیا اندر صدیوں نے یہ سب امتیاز ختم کر دیے تھے۔ اب ہر طرف ترکی ہی ترکی تھا اور حضرت ابوایوب کا وہ مزار جس کا ذکر ابن قتیبہ (م: ۲۰۳ھ) سے لے کر صاحب ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ'' ابن اثیر الجزری (م: ۶۳۰ھ) اور دوسرے متعدد مورخین اور تذکرہ نگاروں نے کیا ہے ہمارے سامنے تھا۔ کہتے ہیں کہ باز نطینیوں ہی نے سب سے پہلے یہاں سے مسلم افواج کے چلے جانے پر ۵۵ھ میں ایک عمارت تعمیر کی تھی۔ موجودہ تعمیر غالباً سلطان محمد فاتح کے زمانے کی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے حکمران جب اقتدار سنبھالتے تھے تو پہلے یہاں آکر حاضری دیتے اور یہاں شیخ الاسلام ان کی کمر میں سلطنت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان خان کی تلوار حمایل کرتا تھا۔ سلطان محمد ثانی نے یہاں رسول اللہ کے کچھ آثار بھی رکھوائے تھے، وہ علم بھی تھا جس کے جناب ایوب سلطان علم بردار تھے، لیکن اب معلوم نہیں یہ چیزیں کہاں ہیں۔ رسول اللہ سے منسوب چیزیں تو غالباً وہی ہوں گی جو اب توپ کاپی عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ علم کا ہمیں کچھ علم نہ ہو سکا۔ وہ سلطان نہیں تھے، لیکن ترکوں نے انھیں غلط طور پر سلطان کا لقب نہیں دیا، وہ بھی سلطان ہیں، لیکن ان کی سلطانی کا عالم کچھ اور ہے:

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگہ کی تیغ بازی، وہ سپہ کی تیغ بازی

مجھے یاد آیا کہ ان کے نام کے ساتھ یہ لقب تو ہمارے ہاں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین سے ان کی سیرت پر محمد صدیق انصاری رئیس فتح پور ہسوہ کا ایک رسالہ ''سلطان ایوب'' ہی کے نام سے شائع ہوا تھا، لیکن ۱۹۱۲ء میں شائع ہونے والے اس رسالے کی بنیاد ایک ترکی کتاب ہی تھی جس کا نام ''جلاء القلوب و کشف الکروب بمناقب ابی ایوب'' ہے۔ یہ کتاب عبد الحفیظ بن عثمان طائفی نے ۱۲۹۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ لکھی۔ مولف نے اس کتاب کو اپنا ماخذ بتاتے ہوئے اس بات پر اظہار حیرت کیا ہے کہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

”حضرت ابوایوب کو قسطنطنیہ میں سلطان ایوب کے نام سے شہرت حاصل ہے، اس لیے میں نے کتاب کا یہی نام تجویز کیا ہے، حکومت و سلطنت کا اثر دیکھو سلاطین کرام و خوانین عظام کے ساتھ ساتھ قدسیان ابرار بھی اس کے القاب سے مخاطب کیے جاتے ہیں“ (ص ۴)، ہمارے بھی یہی احساسات تھے۔ واقعۂ افک کے زمانے میں جب چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں تو حضرت ابوایوب نے اپنی اہلیہ سے کہا: یہ سب جھوٹ ہے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انھوں نے کہا: ہر گز نہیں۔ اس پر حضرت ابوایوب نے کہا: پھر عائشہ کا مرتبہ تو تم سے بہت بلند ہے۔ ایسے ہی اہل ایمان کا ذکر قرآن نے یہ کہہ کر کیا کہ ’لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ‘، ”جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا، اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے“ (النور ۲۴: ۱۲)۔ اس طرح گویا ایک انداز سے ان کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آ گیا۔ ان کی بارگاہ میں پہنچ کر میں تو بس بیٹھ ہی گیا۔ حذیفہ اور احمد تو حاضری دے کر باہر نکل گئے، مگر میں پاسِ انفاس، نفی اثبات اور اسم ذات میں مگن ہو گیا۔ لوگوں کا ازدحام تھا، اس لیے بہت دیر تو بیٹھا نہ جا سکا، لیکن جتنے جام ممکن تھے، چڑھانے سے دریغ نہیں کیا۔ ادھر ادھر ہر جانب جہاں دیکھو، نظریں پلٹنا نہیں چاہتی تھیں۔ در و دیوار کے نقش و نگار میں کتنے صناعوں کی صد عمر عزیز آویزاں دکھائی دے رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ بنانے والوں کے حسن عقیدت نے اپنے فن کا سارا زور صرف کر دیا ہے۔ کیا حسیں گنبد و محراب ہیں، دوّار گنبد کے اندر کیا کیا حسین نقوش بنائے گئے ہیں، جنھیں دیکھیں تو دیکھتے ہی رہ جائیں، لیکن زیارت کے لیے زور کرتے ہجوم کا خیال تھا، اس لیے میں نے بیٹھ کر ذکر کے لیے جو گوشہ منتخب کیا تھا، اسے بھی چھوڑنا پڑا ــــــ روی گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد ــــــ باہر نکلا تو ایک ٹونٹی کے پانی سے تبرک لیا جا رہا تھا۔ اگرچہ اسلام میں اس طرح کی باتیں نہیں ہیں، لیکن ہر عقیدے کے حاملین اپنی محبت و عقیدت کا اظہار ایسی معمولی چیزوں سے کیا کرتے ہیں۔ جاپان میں نارا کے مندر میں بھی وہاں بہنے والے پانی سے برکت لینے کے مناظر دیکھے تھے اور بھی کئی جگہوں اور کئی عبادت گاہوں میں ایسے منظر دیکھ چکا ہوں۔ انسانی عقیدتیں تو اپنا اظہار ملتے جلتے طریقوں ہی سے کیا کرتی ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ اس پانی کا کوئی تقدس نہیں، اس ٹونٹی کے اوپر لکھی سورۂ مطففین کی آیت ’عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ‘، ”یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مقرب لوگ شراب پئیں گے“ (۸۳: ۲۸) پڑھ کر میں نے بھی اس سے اپنا چہرہ دھو لیا۔ آرام گاہ مبارک کے باہر صحابہ کے احوال پر مشہور کتاب ”اسد الغابہ“ کا ایک اقتباس درج

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تھا۔ عبارت عربی اور رسم الخط بھی عربی، لیکن افسوس کہ آج کے ترکوں کے لیے یہ خط اجنبی ہے۔ وہ اس عبارت کو دیکھ تو سکتے ہیں، لیکن پڑھ نہیں سکتے، ایک اس اقتباس پر ہی کیا موقوف مزار کے سارے ہی احاطے میں ہر جانب عربی عبارات ہی درج تھیں؛ صدر دروازہ، دیواریں، اطراف و جوانب ملحقہ قبروں کے کتبے سب کچھ تو عربی رسم الخط میں تھا، لیکن افسوس:

دیکھتے ہیں سب مجھے لیکن کوئی پڑھتا نہیں
گزرے وقتوں کی عبارت ہوں عجائب گھر میں ہوں

''سلطان ایوب'' کی عمارات تین حصوں پر مشتمل بنائی گئی تھیں: مسجد، مدرسہ اور قبرستان۔ مزار سے نکل کر ہم اس سے ملحق مسجد میں داخل ہو گئے۔ مسجد کا تحیہ ادا کر کے جناب حضرت ابوایوب کی خدمت میں نذر کے لیے نوافل پڑھے۔ مسجد میں درس ہو رہا تھا، وہی قرآن، وہی حدیث، وہی عربی الفاظ و کلمات ——— باتیں سمجھ آ رہی تھیں، لیکن کوئی ان باتوں کو ترکی رسم الخط میں لکھ دے تو ہمارے لیے سب کچھ گورکھ بن جائے۔ مسجد کا ماحول بہت نفیس اور پر سکون تھا۔ ٹیکنالوجی کا کمال ہے کہ اب مسجد میں تصویر لینا معیوب نہیں سمجھا جاتا، یہاں بھی دھڑا دھڑ تصویریں بنتی رہیں۔ باہر نکلتے ہوئے، مخرج کی دیوار کے بائیں جانب بڑے پتھر پر درج ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ'' کے اقتباس کی تصویر بنائی جو حضرت ابوایوب انصاری کے احوال بیان کر رہا ہے، جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ باہر ترکی کا بہت بڑا جھنڈا لٹکایا گیا تھا اور بائیں جانب بہت سی قبریں تھیں جن کے اوپر طرح طرح کی الواح مزار تھیں، ماحول خاصا مرعوب کن تھا۔ اس کے جلال میں اس وقت فوراً اضافہ ہو گیا جب مسجد سے اذان کی آواز بلند ہونا شروع ہوئی۔ یہ ظہر کی اذان تھی، اللہ اللہ ایک تو اذان کے کلمات کا حسن، دوسرے مؤذن کا حسن صوت، تیسرے یہ احساس کہ یہ وہی اذان تو ہے جو مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کے مسلمان دیا کرتے ہیں۔ ایک ہی ترانہ، ایک ہی خیال، ایک ہی عقیدہ، لیکن جگر پھر بھی لخت لخت۔ فانی بدایونی کی یاد کہاں آئی:

ہر نفس عمر گذشتہ کی ہے میت فانی
زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

آنکھ اٹھائی تو سامنے ایک میت تھی۔ کسی قوم کی نہیں ایک فرد قوم کی، تابوت بہت پتلا، بلکہ خاصا اسمارٹ تھا، بس اتنا صندوق جس میں پورا انسانی وجود سما جائے، اس سے ذرا بھی تو زیادہ نہیں اور ساخت بھی مکمل مستطیل

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

نہیں جسم انسانی کے قلب و فروع کی طرح بیچ میں سے چوڑی اور اوپر نیچے سے پتلی۔ میں ایک دم رک گیا، معلوم ہوا کہ جنازہ آیا ہوا ہے۔ میں جب اذان سن رہا تھا تو اس کے پس و پیش کچھ زائد کلمات سن کر متعجب ہوا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اذان کے علاوہ جو کلمات ادا کیے جا رہے تھے، وہ دراصل جنازے کی آمد پر کہے جانے والے کلمات تھے، اذان میں کوئی نئی اختراع نہیں تھی۔ جنازے کی یہ وضع پاکستان کے رواج سے بھی مختلف تھی اور کسی قدر مصر کے تابوتوں سے بھی۔ اپنی اگلی منازل کو دھیان میں رکھتے ہوئے اب ہمیں یہاں سے روانہ ہونا تھا۔ احمد نے جب ہمارے عزم سفر کو دیکھا تو اپنا کیمرہ تان لیا اور کہنے لگا کہ استاد محترم یہاں کے بارے میں اپنے تاثرات بتائیے ـــــ یہ بھی ہمارے دور کا ایک عجیب مظہر ہے ہر وقت کیمرہ، ہر وقت ریکارڈنگ، ہر بات محفوظ ـــــ بہر حال میں نے کہا کہ ایوب سلطان آنے کے بعد اب اگر میں استنبول میں کہیں اور نہ جاؤں تو بھی مجھے میرے سفر استنبول کا حاصل مل گیا ہے۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"